بچوں کا ادب

ٹیپو سلطان

مرتب

ایم۔ کے۔ پاشا

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۶

ٹیپو سلطان

مرتب

ایم۔ کے۔ پاشا

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۶

TIPU SULTAN

(Short Stories)

Edited by

M.K. Pasha

Year of 1st Edition 2008

Price Rs. 24/-

نام کتاب ٹیپو سلطان

مرتب ایم، کے، پاشا

سنِ اشاعت اوّل ۲۰۰۸ء

قیمت ۲۴/۰ روپے

مطبع عفیف آفسیٹ پرنٹرس، دہلی

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

3108, Vakil Street, Kuncha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6(India)

Ph : 23216162, 23214465, Fax : 091-011-23211540

E-mail: ephdelhi@yahoo.com

ترتیب

☆☆

دادرسی

شیر شاہ سوری کا دورِ حکومت تھا۔

ایک دور دراز قصبے میں ایک بڑھیا کا جوان بیٹا قتل ہو گیا۔ قاتل قصبے کا چوہدری تھا۔ علاقے کا حاکم اس کے اثر و رسوخ سے گھبرا کر اس پر ہاتھ نہ ڈال سکا۔ بڑھیا نے بہت منت سماجت کی اور فریاد کی مگر حاکمِ علاقہ چوہدری کے خلاف کسی کارروائی پر راضی نہ ہوا۔

بڑھیا بیٹے کے غم میں نیم پاگل ہو رہی تھی۔ کسی نہ کسی طرح وہ دہلی میں شیر شاہ سوری کے دربار میں پہنچ گئی اور اپنی فریاد اس کے کانوں میں پہنچانے میں کامیاب ہو گئی۔

شیر شاہ نے بڑھیا کی بات پورے غور سے سنی۔ اس کی حالت پر نگاہ کی اور اسے شاہی مہمان خانے میں ٹھہرا دیا۔ شیر شاہ نے اس بڑھیا سے وعدہ کر لیا اور کہا۔ ''انصاف کے لیے تمہیں زیادہ دیر تک انتظار نہ کرنا پڑے گا ماں۔'' اور نہ جانے کیوں اس دکھیا کے دل کو قرار سا آ گیا۔

اس بوڑھی عورت کو لگا کہ یہ چیتے کی سی آنکھوں والا، شیر کے سے

جلال اور برق کے کوندے کے سے جمال کا بادشاہ سچ کہہ رہا ہے، جھوٹ کہہ ہی نہیں سکتا۔ اپنے اسی یقین کے سہارے بڑھیا شاہی مہمان خانے میں چلی گئی۔

شیر شاہ سوری کی تفتیش شروع ہو گئی۔ وہ جلد از جلد معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

جس علاقے میں یہ قتل ہوا تھا وہاں کے ڈرپوک حاکم کا ایک کارندہ ایک راستے سے گزرا تو دیکھا کہ ایک آدمی راستے کے کنارے پر خاص طور پر لگائے گئے درختوں میں سے ایک درخت کو کاٹ رہا تھا۔ وہ اسے پکڑ کر چوکی لے گیا۔

حاکم علاقہ نے منہ پر کپڑا ڈالے اس شخص کو مخاطب کر کے ڈانٹ کر پوچھا۔ ''کیا تجھے علم نہیں کہ شہنشاہ ہند شیر شاہ سوری کا حکم ہے کہ راستوں کے دونوں طرف جو درخت لگائے گئے ہیں۔ یہ مسافروں اور راہگیروں کو سایہ اور آرام فراہم کرنے کے لیے ہیں اور ان کو کاٹنا ایسا جرم ہے جس کی کڑی سے کڑی سزا دی جا سکتی ہے۔''

اجنبی نے طنز سے کہا۔ ''اچھا، درخت کاٹنا جرم ہے لیکن کسی کا گلا کٹ جائے تو اسے کوئی جرم نہیں سمجھا جاتا۔''

حاکم چونکا اور اجنبی کو غور سے دیکھ کر بولا۔ ''کیا مطلب، تم کون ہو اور کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''کہنا یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے علاقے میں انسان کا قاتل تو آزاد پھرتا ہے مگر درخت کاٹنے والا فوراً پکڑ لیا جاتا ہے کیوں؟''

حاکم علاقہ کا پارہ چڑھ گیا۔ وہ گرجا۔ ''میں پوچھتا ہوں کہ تم

ہو کون یہ بات کہنے والے؟''

اور اجنبی کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔

''آپ؟'' حاکم علاقہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔

اس کے سامنے شاہ ہند شیر شاہ سوری کھڑا اسے غضبناک نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

اسی روز علاقے کے چوہدری کو گرفتار کر لیا گیا۔ حاکم علاقہ کو معطل کر کے مع پابہ زنجیر چوہدری کو لے کر شیر شاہ سوری تیزی سے دہلی کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ بڑھیا سے کیے ہوئے اپنے وعدے کو پورا کر کے جلد از جلد سرخرو ہو سکے۔

☆☆

بنگال کا مجاہد--- تیتو میر شہید

پونٹرا کے بڑے زمیندار اور حیا کم کرشن دیو رائے نے اپنی جاگیر میں بڑے بے ہودہ قانون بنا رکھے تھے۔ مثلاً کوئی مسلمان داڑھی رکھے تو پچاس روپے ٹیکس ادا کرے، کچی مسجد بنائے تو پانچ سو روپے ٹیکس دے اور پکی مسجد بنائے تو ایک ہزار، گائے ذبح کرنے کی سزا موت تھی۔

لوگ مجبوراً خاموش تھے کہ حاکموں کو انگریزوں کی حمایت حاصل تھی۔ آخر ظلم کے خلاف جنگ ہوئی۔ تیتو میر بھوکے شیر کی طرح زمیندار کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔ مجاہدین نے ہتھیاروں کی کمی کے باوجود حاکم کی فوج کو مار بھگایا۔

حاکم نے انگریزوں سے مدد حاصل کی اور انہیں اس بات کا یقین دلایا کہ تیتو بنگال کا بادشاہ بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ انگریزوں نے دھوکے سے سراج الدولہ کو بھی شکست دی تھی وہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ کوئی اور سراج الدولہ بنگال میں پیدا ہو۔ انگریزوں کی مدد سے تین چار زمینداروں کی فوج نے مجاہدین پر حملہ کر دیا۔

تیتو میر اور اس کے بہادر ساتھی تلواریں سونت کر دشمن فوج میں گھس گئے۔ ایسی زبردست جنگ ہوئی کہ جو کبھی دیکھی نہ سنی تھی۔ دشمن کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ باقی جو بچے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجاہدین کی اس فتح نے بنگال کے زمینداروں کو ہلا کر رکھ دیا۔

فتح کی اس خبر سے کلکتہ میں انگریزوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ ہندو زمیندار اپنے انگریز دوستوں کے پاس روئے پیٹے۔ انگریز پہلے تو خوش ہوئے کہ چلو اہل ہند آپس میں لڑ لڑ کر کمزور ہو رہے ہیں مگر اب وہ بھی فکر مند ہو گئے۔ ہندو اخباروں نے تیتو میر کو مجرم، ظالم اور جانے کیا کیا مشہور کر دیا جب کہ تیتو بار بار ہندوؤں کو یہی سمجھا رہا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کو جینے کا حق دیں تو وہ بہت بڑی فوج تیار کر کے انگریزوں کو سمندر پار بھگا دے گا۔

تیتو میر کو خود بھی یہ احساس تھا کہ آپس کی لڑائی کا فائدہ انگریزوں کو پہنچے گا مگر یہ بات ہندو زمینداروں کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

اس لڑائی میں فرنگی پولیس کے چند افراد بھی مارے گئے تھے۔ اس طرح یہ معاملہ اب سول انتظامیہ کے ہاتھ سے نکل کر فرنگی فوج کے ہاتھ آ گیا۔ ایک انگریز کرنل کی زیر کمان گھڑ سوار فوج، پیدل دستے، اور توپ خانہ حرکت میں آئے۔ مجاہدین تیر اور تلواروں سے مسلح تھے۔ بندوقوں کا مقابلہ تو ہو کر چکے تھے، اب مقابل توپیں آ گئیں۔

تیتو میر نے اپنے جانثاروں کے چہرے دیکھے۔ ہر چہرے پر اطمینان تھا۔ دوربین کی مدد سے انگریز کمانڈر نے بھی تیتو میر کا نورانی چہرہ دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس نے سوچا کہ یہ شخص نہ دھوکا باز ہو سکتا ہے اور نہ بزدل، اس سے تو دوستی ہونی چاہئے۔ انگریز کرنل کی اس بات پر ایک ہندو

جو قریب ہی کھڑا تھا۔ ترجمانی کے فرائض ادا کرتے ہوئے جلدی سے کہا۔

''حضور یہی شخص تو بنگال کا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ اور صاحب بہادر' اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں انگریزوں کو سمندر میں ڈبو کر ان کے بیوی بچوں کو غلام بنالوں گا۔''

یہ سنتے ہی انگریز کمانڈر نے توپیں داغنے کا حکم دیا۔ مجاہدین بھی گھوڑے دوڑاتے ہوئے توپوں پر حملہ آور ہوئے۔ پہلی صف کے سپاہیوں کا انہوں نے صفایا کر دیا مگر دوسری صف نے گولے داغے تو ان کے پرخچے اڑ گئے۔ گولے پھٹتے رہے۔ مجاہدین شہید ہوتے رہے۔ ظلم یہ ہوا کہ تیتو میر کا بانسوں سے تعمیر کیا ہوا قلعہ جسے بنگالی میں بھاشا کہتے ہیں' اسے آگ لگ گئی۔ تیتو دکھی ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

ایک پل کے لیے اس کی توجہ میدان جنگ سے ہٹ گئی۔ اسی لمحے بے رحم توپوں کے دو گولے تیتو میر کے کشادہ سینے پر لگے اور اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

تیتو میر کی قبر اسی میدان جنگ میں ہے۔ آج بھی لوگ اس مجاہد آزادی کی قبر پر سلام پیش کرنے جاتے ہیں۔

☆☆

ٹیپو سلطان

حیدر علی کی وفات کے بعد جب ٹیپو سلطان ریاست میسور کا حکمران بنا تو انگریزوں کی نیندیں حرام ہوگئیں۔ انہوں نے اس کے خلاف سازشوں کا ایک جال بچھا دیا۔ حیدر آباد دکن کے حاکم سے سازش کر کے اسے ساتھ ملا لیا۔ دوسری طرف مرہٹوں اور ہندوؤں کو بھی یہی فریب دیا۔ غرض سب کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی باندھ دی۔ پھر اچانک ایک رات بزدل انگریز نے غداروں کو ساتھ ملا کر میسور پر حملہ کر دیا۔ سب لوگوں نے اپنے سلطان کے ساتھ مل کر ان کا خوب مقابلہ کیا مگر اپنوں کی غداری کی وجہ سے بنگلور کے مقام پر ٹیپو کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے دونوں بیٹوں کو یرغمال بنا لیا اور ٹیپو سے مطالبہ کیا کہ اپنا آدھا خزانہ ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تمہارے بیٹوں کو مار ڈالیں گے۔ یہ صورت حال ٹیپو کے لیے بہت پریشان کن تھی۔ اس نے سوچا کہ اگر اس نے خزانہ انگریزوں کے حوالے کر دیا تو رعایا کھائے گی کہاں سے؟

ٹیپو نے انگریزوں کی شرط ماننے سے انکار کر دیا مگر لوگ اپنے سلطان سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہوں نے سلطان کو انگریزوں کی اس شرط کو ماننے پر مجبور کر دیا۔ اب سلطان نے انگریزوں سے صلح کر لی اور اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے کام کرنے لگا۔ ساتھ ہی وہ چپکے چپکے اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کرنے لگا۔

انگریز جلد از جلد پورے ہندوستان پر قبضہ کرنا چاہتے تھے مگر ٹیپو سلطان اُن کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ تھا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انگریزوں نے لارڈ ولزلے کو ہندوستان کا نیا گورنر جنرل بنا کر بھیجا۔ یہ شخص بہت مکار تھا۔ اس نے آتے ہی ٹیپو کے لالچی درباری سرداروں کو خریدنا شروع کر دیا۔ ٹیپو کے لالچی اور کمینے ماموں میر صادق کو جو ٹیپو کی فوجوں کا کمانڈر بھی تھا، اسے میسور کا حاکم بنانے کا لالچ دے کر خرید لیا۔ ٹیپو کے ہندو وزیر پورنیا سے کہا کہ تمہیں اور تمہاری آنے والی نسلوں کو ہمیشہ کے لیے وزیرِاعظم کا عہدہ دیں گے۔ یہ دونوں لالچی اور بے ضمیر انگریزوں کے ہاتھ بک گئے اور سلطان کے تمام راز انگریزوں کو بتانے لگے۔

سلطان اپنے ماموں میر صادق اور وزیرِاعظم پورنیا پر بہت بھروسہ کرتا تھا۔ وہ انہیں اپنا وفادار سمجھ کر فوجی اور ملکی معاملات میں مشورے لیتا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ لوگ انگریزوں سے مل چکے ہیں۔

انہی دنوں سلطان ٹیپو اور فرانس کی حکومت میں یہ سمجھوتہ ہوا کہ فرانس ضرورت پڑنے پر ٹیپو کو فوجی امداد دے گا۔ لارڈ ولزلے کو اس نئے سمجھوتے کی خبر ملی تو اسے میسور پر چڑھائی کرنے کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ انہوں

نے میسور کے شہر سرنگا پٹم کو گھیرے میں لے لیا اور غداروں نے ٹیپو کو خبر تک نہ ہونے دی۔ پتہ اس وقت چلا جب قلعے کی فصیل میں شگاف پڑ چکا تھا۔

ٹیپو سلطان نے ہمت نہ ہاری اور لشکر لے کر تیزی سے انگریزوں کے مقابلے میں آ گیا۔ اس کی فوج کے کئی افسر بھی انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ ان وطن دشمنوں نے انگریزوں سے لڑنے کی بجائے اپنی ہی فوج کو نقصان پہنچایا اور کسی جگہ بھی جم کر حملہ آوروں کا مقابلہ نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ مجبوراً ٹیپو کو قلعہ میں محصور ہونا پڑا۔

یہ وقت بہت نازک تھا۔ ٹیپو نے اپنے خاص افسروں کو مشورے کے لیے بلایا۔ ٹیپو کو اس کے غدار افسروں نے کوئی بھی صحیح مشورہ نہ دیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سلطان نے کھانا لگانے کا حکم دیا۔ دسترخوان بچھایا گیا۔ سلطان نے ابھی پہلا لقمہ ہی اٹھایا تھا کہ شہر کی طرف سے رونے کی آوازیں آئیں۔ سلطان نے لقمہ وہیں رکھ دیا اور پوچھا۔

''یہ شور کیسا ہے۔''

اتنے میں چند جانثار حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

''حضور، دشمن قلعے کی طرف بلا روک ٹوک بڑھتا چلا آ رہا ہے۔''

سلطان دسترخوان سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے چند جانثاروں کو ساتھ لیا اور قلعے سے باہر آ گیا۔

ٹیپو جونہی قلعے سے باہر نکلا میر صادق دوڑتا ہوا آیا اور اس نے قلعے کا دروازہ بند کر دیا تا کہ اگر ٹیپو واپس آنا چاہے تو نہ آ سکے۔ عین اسی وقت ٹیپو کا ایک جانثار وہاں آ گیا اور اس نے تلوار کے ایک ہی وار سے میر

صادق کی گردن اُڑا دی اور اس کی لاش کو گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔

عین اس وقت جب کہ جنگ پورے زوروں پر تھی، نمک حرام پورنیا نے لشکر میں اعلان کروادیا۔ کہ تمام سپاہی آکر اپنی تنخواہیں لے جائیں۔ یہ اعلان سن کر سپاہی اپنے مورچوں سے ہٹ گئے اور انگریز فوج قلعے میں داخل ہوگئی۔ سلطان اپنے جانثاروں کے ہمراہ دشمن میں گھر چکا تھا۔ اس نازک وقت پر اسے ایک وفادار ساتھی نے مشورہ دیا کہ۔

''سلطان اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ آپ خود کو دشمن کے حوالے کر دیں۔''

'شیر میسور کو یہ ہرگز گوارہ نہ تھا' اس نے گرج کر کہا۔ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے بہتر ہے۔''

یہ کہہ کر وہ انگریز فوج کے سامنے ڈٹ گیا مگر کب تک، لڑتے لڑتے جسم زخموں سے چور ہوگیا۔ ایک گولی دل کے قریب لگی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ ایک انگریز سپاہی نے آگے بڑھ کر ٹیپو کی قیمتی تلوار چھین لینا چاہی۔ شیر دل ٹیپو نے لیٹے لیٹے ہی تلوار کا ایک زوردار ہاتھ مارا اور اس کی ٹانگ کاٹ ڈالی۔ اس بدبخت نے تاک کر ایک گولی ٹیپو کے سر پر ماری جس سے وہ شہید ہوگیا۔

انگریز اب بھی اتنے خوفزدہ تھے کہ ٹیپو شہید کی لاش کے قریب نہیں جا رہے تھے۔ شاید اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ شہید مرتے نہیں بلکہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

☆☆

شیر خان

صوبہ بہار کا حاکم بہادر خان عرف سلطان محمد جنگل میں اپنے ملازموں کے ساتھ شکار کھیل رہا تھا کہ اچانک ایک خوفناک دھاڑ سے جنگل گونج اٹھا۔ سلطان محمد نے للکار کر کہا۔

''ہوشیار، یہ شیر بہت خطرناک معلوم ہوتا ہے۔''

اسی وقت ایک خونخوار شیر نے سلطان پر حملہ کر دیا۔ جس برق رفتاری سے شیر حملہ آور ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ پھرتی سے اس ایک جواں مرد ملازم خاص فرید خان اچھل کر دونوں کے درمیان آ گیا۔ شکاری یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس بہادر نوجوان نے تلوار کے ایک ہی وار سے شیر کا کام تمام کر دیا۔ سلطان محمد فرید خان کی بہادری سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اسے شیر خان کا خطاب دے دیا۔

شیر خان کی بے چین طبیعت اسے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی تھی وہ چاہتا تھا کہ اس کی بہادری کی دھاک دور دور تک بیٹھ جائے۔

بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دے کر تخت دہلی پر قبضہ کیا تو شیر

خان اس کے دربار میں ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ بابر بہت ذہین انسان تھا۔ اس نے شیر خان کو دیکھتے ہی اس کے عزائم بھانپ لیے۔ بابر نے اپنے بیٹے ہمایوں کو اس شخص سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی۔

ایک روز بابر کے جاسوسوں نے اسے شیر خان کے متعلق خبر دی کہ وہ مغلیہ سلطنت کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ بابر نے اس کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیے مگر شیر خان فرار ہو کر سیدھا سلطان محمد کے دربار میں پہنچا۔ سلطان محمد اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور چونکہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا اس لیے اس نے سلطنت کے تمام انتظامات شیر خان کے سپرد کر دیے۔ کچھ عرصہ بعد جب سلطان کا انتقال ہو گیا تو شیر خان بہار کا حکمران بن گیا۔

شیر خان نے بنگال فتح کیا اور رفتہ رفتہ اپنی طاقت بڑھانے لگا۔ بابر کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں تخت نشین ہوا۔ شیر خان کو یہ پتہ تھا کہ ہمایوں ضرور اس پر حملہ کرے گا۔ اسے ہمایوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک مضبوط قلعے کی ضرورت تھی۔ صوبہ بہار کی سرحد کے قریب روہتاس گڑھ کا قلعہ بہت مضبوط اور ناقابل تسخیر تھا۔ شیر خان کے پاس اتنی فوج نہ تھی کہ اسے فتح کر سکتا۔ لہٰذا اس نے ایک چال چلی۔ اس نے قلعے کے حاکم ہری کشن کو پیغام بھیجا کہ ہمایوں مجھ سے جنگ کرنے آ رہا ہے۔ مجھے اپنے خاندان کے افراد اور ایک بہت بڑا خزانہ کسی محفوظ مقام پر رکھوانا ہے۔ مجھے آپ کے علاوہ کسی پر اعتماد نہیں۔ آپ میرے خاندان کے افراد اور خزانے کو اپنے پاس امانت کے طور پر رکھ لیں۔ ہری کشن بہت لالچی آدمی تھا۔ خزانے کا نام سن کر وہ فوراً رضامند ہو گیا۔

شیر خان نے بہت سی پالکیاں تیار کرائیں۔ ہر ایک میں دو دو

سپاہی بٹھائے اور دستور کے مطابق ان پر پردے ڈال دیے۔ پانچ سو سپاہی مزدوروں کے بھیس میں ساتھ ہو لیے۔ ان کے سروں پر جعلی اشرفیوں سے بھرے ہوئے تھیلے تھے اور ہاتھوں میں مضبوط لاٹھیاں۔ اس طرح یہ سپاہی قلعے کے اندر پہنچ گئے۔ ہری کشن کو اس وقت ہوش آیا جب پالکیوں میں چھپے ہوئے سپاہی تلواریں سونت کر بے خبر فوج پر ٹوٹ پڑے اور قلعہ پر شیر خان کا قبضہ ہو گیا۔

توقع کے مطابق شہنشاہ ہمایوں ایک بہت بڑی فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ یہاں بھی شیر خان نے بہترین جنگی چال چلی۔ اس نے مغل فوج کو بلا روک ٹوک آگے بڑھنے دیا۔ اور خود روہتاس کے قلعے میں بیٹھ کر موسم برسات کا انتظار کرنے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس موسم میں مغل فوج بہت کمزور ثابت ہو گی۔ برسات شروع ہوئی تو شیر خان نے مغل فوج کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہر طرف پانی اور کیچڑ، رہی سہی کسر شیر خان کے اچانک حملے نے پوری کر دی۔ ہمایوں کو شکست ہوئی اور عین اس وقت جب وہ ڈوب رہا تھا اسے ایک شخص نظام سقہ نامی نے مشکیزے کی مدد سے دریا پار کرایا اور یوں ہمایوں جان بچانے میں کامیاب ہوا۔

شیر شاہ سوری عرف شیر خان نے پانچ سال ہندوستان پر حکومت کی اور وہ کارنامے انجام دیے جو دوسرے بادشاہ پچاس برسوں میں بھی انجام نہ دے سکے۔ جی روڈ آج بھی اس کی یاد تازہ کرتی ہے جہلم کے قریب قلعہ روہتاس بھی اسی نے بنایا۔ فوری انصاف کے لیے عدالتوں کا نظام بہتر بنایا۔

جب کالجز کے حکمران سے اس کی جنگ ہوئی تو دوران جنگ ایک

گولہ قلعے کی دیوار سے ٹکرا کر پھٹ گیا۔ شیر شاہ اس وقت دیوار کے قریب ہی تھا۔ وہ شدید زخمی ہو گیا مگر اپنے سپاہیوں کو برابر قلعے پر حملہ کرنے کا حکم دیتا رہا۔ شام کے وقت قلعہ فتح ہو گیا تو یہ خوشخبری سن کر اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی جان مالک حقیقی کے سپرد کر دی۔

☆☆

سلطان محمد فاتح

گھنا جنگل تھا اور سیاہ کالی رات۔ ایسے میں چند سپاہی ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر چلے جا رہے تھے۔ سب سے اگلے سوار کے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھی۔ اس سوار کی پیشانی سے گویا روشنی پھوٹ رہی تھی۔ وہ شکل سے ہی سب کا سردار دکھائی دیتا تھا۔

اچانک اس مشعل بردار سوار کا گھوڑا خوفزدہ ہو کر رک گیا اور اُس نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ سوار نے غور سے دیکھا تو وہ ساری بات سمجھ گیا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک خوفناک اژدھا منہ پھاڑے اُن کا منتظر تھا۔ سوار گھوڑے سے نیچے اُترا اور اژدھا کی جانب بڑھا۔ اژدھا اُس پر حملہ آور ہوا مگر اُس سوار نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا خاتمہ کر دیا۔

یہ بہادر نوجوان ترکی کے حاکم سلطان مراد کا بیٹا سلطان محمد تھا جو بعد میں فاتح کے نام سے مشہور ہوا۔

اچانک ایک سمت سے ایک لمبی داڑھی والا اجنبی کہیں سے نمودار ہوا۔ اس نے عجیب نگاہوں سے شہزادے کو دیکھا اور بڑے شفیق لہجے میں

بولا۔ ''شہزادے خدا کی دی ہوئی طاقت کو اسی کی راہ میں استعمال کر۔ کوئی ایسا کام کر کہ دنیا تجھے ہمیشہ یاد رکھے۔''

''محترم بزرگ، آپ کون ہیں اور اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' شہزادے نے پوچھا۔

''میں قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب ابدی نیند سوئے ہوئے عاشق رسولﷺ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ادنیٰ خادم ہوں۔ آپ وہ کام کیوں نہیں کرتے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ادھورا رہ گیا اور جسے سلیمان بن عبدالمالک کی بے پناہ فوج بھی نہ کر سکی اور جسے آپ کے والد بھی نہ کر سکے۔'' اجنبی نے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا۔

''آپ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا اور میرے خیال میں اللہ نے آپ کو اُسی کام کے لیے پیدا فرمایا ہے۔'' یہ کہہ کر اجنبی واپس اندھیرے میں غائب ہو گیا مگر شہزادے کو ایک نئی سوچ دے گیا۔

باپ کی وفات کے بعد جب وہ تخت پر بیٹھا تو اُس کی عمر چوبیس برس تھی مگر ارادے بہت بلند تھے۔ پڑوسی ملک کا بادشاہ قسطنطین اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ سلطان ناتجربہ کار اور نوعمر ہے لہٰذا اُس نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔

سلطان نے زور و شور سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ قسطنطنیہ سے پانچ میل کے فاصلے پر اُس نے ایک زبردست قلعہ تعمیر کرایا اور اس میں جنگی ساز و سامان جمع کرنا شروع کر دیا۔ دشمن فوج نے اس قلعے پر حملہ کیا تو سلطان کی فوج نے اُسے ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ حملہ آور دم دبا کر بھاگ گئے۔ پھر سلطان نے ہمسایہ ملکوں سے دوستانہ معاہدے کیے۔ ہنگری

کے ایک شخص نے اُس زمانے کی سب سے بڑی توپ بنا کر دی۔ ترکی کے اپنے کاریگروں نے ایک بہت بڑا لکڑی کا قلعہ بنا کر دیا جسے ہر جگہ لے جایا جا سکتا تھا۔ تین سو جنگی جہازوں کا بحری بیڑہ بنایا گیا۔

ادھر شاہ قسطنطین بھی ہوشیار تھا۔ اُس نے شہر کی بندرگاہ کو جو سمندری راستہ جاتا تھا اُسے لوہے کی موٹی موٹی زنجیریں ڈلوا کر بحری جہازوں کا راستہ ہی بند کر دیا۔ دوسری طرف قسطنطین کے بڑے بڑے جنگی جہاز کھڑے کر دیے تاکہ اگر کوئی اُن زنجیروں کو توڑنے کی کوشش کرے تو اُسے موت کے گھاٹ اُتارا جا سکے۔ گویا پہلے اگر قسطنطنیہ کی فتح مشکل تھی تو اب ناممکن ہو گئی۔

ادھر سلطان نے اڑھائی لاکھ فوج اور تین سو بحری جہازوں کے ساتھ قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا۔ شہر کے لوگ اتنی بڑی فوج دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگے مگر ان کا بادشاہ بے فکر تھا کہ کوئی جنگی جہاز شہر کی فصیل تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔

ڈیڑھ مہینہ گزر گیا۔ سلطان دن رات شہر تک پہنچنے کی ترکیبیں سوچتا رہا مگر ناکام رہا۔ آخر ایک ترکیب اس کے ذہن میں آئی۔ جسے سن کر اُس کے تمام مشیر حیران رہ گئے۔ سب نے اسے ناقابل عمل قرار دیا مگر سلطان نے حکم دیا کہ اس کے اُس حکم کی تعمیل ہر حال میں ہونی چاہیئے۔

شہر کی بندرگاہ تک دس میل لمبا خشکی کا ایک راستہ جاتا تھا سلطان کی ترکیب یہ تھی کہ کسی طرح بحری جہازوں کو گھسیٹ کر بندرگاہ میں اُتار دیا جائے۔ ساری فوج سلطان کے اِس حکم کی تعمیل میں لگ گئی۔

باسفورس کے کنارے سے لے کر شاخ زریں کے ساحل تک زمین پر لکڑی کے بڑے بڑے تختے بچھائے گئے۔ پھر ہزاروں جانوروں کو ذبح کر کے اُن کی چربی سے تختوں پر پھسلن پیدا کی گئی جب یہ کام مکمل ہو گیا تو رات کے اندھیرے میں جہاز اور کشتیاں جو وزن اور حجم میں زیادہ بھاری اور بڑی نہیں تھیں، چربی لگے ہوئے تختوں پر پھسلا پھسلا کر شاخ زریں کی طرف دھکیلی جانے لگیں۔ اس کام میں ہزاروں سپاہی زخمی ہوئے۔ سلطان بذات خود سارے کام کی نگرانی کر رہا تھا۔

صبح کی روشنی ہونے تک سلطان کے ستر جہاز شاخ زریں میں اتر چکے تھے۔ جب لوگوں نے قسطنطنیہ کی فصیل سے سلطانی جہازوں کو عین بندرگاہ میں حرکت کرتے ہوئے دیکھا تو وہ حیران رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جہاز اور کشتیاں کس طرح بندرگاہ میں داخل کرائیں۔

قسطنطین کو جب اطلاع ملی کہ سلطان کے جہاز بندرگاہ میں داخل ہو چکے ہیں تو وہ صدمے سے نڈھال ہو گیا۔ تاہم خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے اپنی فوج کے کمانڈر کو حکم دیا کہ شاخ زریں میں داخل ہونے والے جہازوں کو فوراً تباہ کر دیا جائے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چار بڑے جہاز اور کئی کشتیاں سلطانی جہازوں کی طرف بڑھے مگر اُن جہازوں سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ بغیر کسی ترتیب واصول کے بڑھتے چلے آئے۔ سلطان کے بحری بیڑے نے اس غلطی سے پورا فائدہ اٹھایا اور ایسی شدید گولہ باری کی کہ دشمن کے کئی جہاز اور کشتیاں غرق ہو گئیں۔

سلطان محمد فاتح نے دشمن بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ ہتھیار ڈال کر خلق خدا کو ہلاکت سے بچا لے، اسے امان دی جائے گی۔ شہر کے لوگوں نے بھی

بادشاہ کو بھی یہی مشورہ دیا مگر وہ نہ مانا۔ آخر کار سلطان نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔

اُس روز سلطان کے لشکر میں چہل پہل تھی۔ لشکر کے بیشتر افراد روزے سے تھے۔ فجر کی نماز میں فتح کی دعائیں مانگی گئیں۔ پھر حکم ملتے ہی فوج کا ہر جوان شیر کی طرح دشمن پر جھپٹ پڑا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ قسطنطین میدان جنگ میں مارا گیا اور یوں اس کے آباؤ اجداد کی ایک ہزار سالہ حکومت کا خاتمہ ہوا۔ سلطان کی فوج فتح کے شادیانے بجاتی ہوئی شہر میں داخل ہوگئی۔

سلطان نے ثابت کر دیا کہ پختہ ارادے اور مسلسل کوشش سے ناممکن کو بھی ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

حضرت سعد بن معاذؓ

ہجرت سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کے رہنے والے چند نیک فطرت لوگوں کی درخواست پر حضرت مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ کو اِسلام کی تعلیم واشاعت کے لیے مدینہ منورہ بھیجا تھا اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مدینہ کے قبیلہ اوس کی شاخ بنو عبدالاشل کے سردار تھے۔

ایک روز انہوں نے سنا کہ مسلمانوں کے نبی ﷺ نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لیے بھیجا اور وہ شخص ان کے خالہ زاد بھائی اسعد بن زرارہ خزرجی کے ہاں فروکش ہے اور مدینہ کے لوگوں کو اُن کے آبائی مذہب سے بدل کر کے صاحب قریش کا دین قبول کرنے کی دعوت دینے میں مصروف ہے۔ یہ سن کر سعد کا خون کھول اُٹھا لیکن اسعد بن زرارہ کا لحاظ کر کے خاموش ہو رہے۔

ایک دن کسی نے سعد بن معاذ کو اطلاع دی کہ مصعب رضی اللہ عنہ اور اسعد خود ان کے قبیلہ بنو عبدالاشل کے ایک باغ میں بیٹھ کر لوگوں کو گمراہ

کر رہے ہیں تو ان کے صبر کا پیانہ لبریز ہو گیا۔ اپنے ابن عم اسید بن حضیر کو بلا کر کہا۔

''اسید تم کس غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آکر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ تم جاؤ اور انہیں سختی سے منع کر دو کہ وہ آئندہ اس کے محلوں میں نہ آئیں۔''

اسید بڑے دلیر اور شجاع آدمی تھے۔ جوش میں اپنا برچھا اٹھایا اور تن تنہا روانہ ہو گئے۔

اسعد نے اسید کو آتے دیکھ کر کہا۔ ''یہ عبدالاشہل کے دو بڑے سرداروں میں سے ایک ہیں۔ اگر یہ دین حق قبول کر لیں تو ہمیں بڑی تقویت ملے گی۔ پوری کوشش کرو کہ یہ کفر کی دلدل سے نکل آئیں۔''

اسید قریب آتے ہی داعیان حق پر برس پڑے۔ ''تم ہمارے آدمیوں کو بے وقوف بنا رہے ہو۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ اور دوبارہ ادھر کا رُخ نہ کرنا انہوں نے مصعب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا۔''

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان کی غضب آلودہ گفتگو تحمل سے سنی اور نہایت نرمی سے کہا۔ ''عزیز بھائی' آپ تھوڑی دیر آرم سے بیٹھ جائیں اور میری بات سنیں۔ اگر آپ کو پسند آئے تو قبول کر لیں ورنہ رد کر دیں۔''

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی نرم گوئی نے اسید کے غصے کو ٹھنڈا کر دیا اور وہ اپنا برچھا زمین میں گاڑ کر یہ کہتے ہوئے بیٹھ گئے۔ ''اچھا کہو' کیا کہتے ہو؟''

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اپنے دل نشین انداز میں اسلام کے اصول بیان کیے اور پھر قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کیں۔

اسید بے اختیار پکار اٹھے۔ ''واہ کیسا اچھا دین ہے اور کیا اعلیٰ کلام ہے۔ بھئی مجھے بھی اپنے دین میں داخل کرلو۔''

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل کرنے اور پاک کپڑے پہننے کی تلقین کی اور پھر ان سے کلمہ شہادت پڑھوایا جو کہ قبول اسلام کا واضح اعلان تھا۔

''ایک شخص اور ہے۔ اگر وہ حلقہ بگوش اسلام ہوگیا تو سارا قبیلہ اس کی پیروی کریگا۔ میں اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔'' مسلمان ہونے کے بعد اسید بولے۔

اسید سیدھے سعد بن معاذ کے پاس پہنچے اور سعد کو مخاطب کر کے کہا۔ ''وہاں تو کوئی اور ہی بات درپیش ہے' آپ کا بذات خود وہاں جانا ضروری ہے۔''

''خدا کی قسم یہ وہ چہرہ نہیں ہے جو یہاں سے جاتے وقت تھا۔'' سید' اسید کا چہرہ دیکھ کر اور ان کی بات سن کر بولا۔

انہیں سخت غصہ آیا اور اپنا نیزہ اٹھا کر تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ باغ میں پہنچے تو مصعب رضی اللہ عنہ اور اسعد کو اطمینان کے ساتھ بیٹھا ہوا پایا۔ تحاشا ان پر برس پڑے۔ ''اسید سے تو کچھ نہ ہوسکا مگر میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ تم اعلانیہ ہمارے محلوں میں ایسے عقائد پھیلاؤ جن کو ہم سخت ناپسند کرتے ہیں' اسعدی کی رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ سختی سے پیش آتا' آخر تمہیں یہ جرات کیونکر ہوئی؟''

اسعد، سعد کے خالہ زاد بھائی اور قبیلہ خزرج کے خاندان نجار کے رئیس تھے اور ان کی کنیت ابوامامہ تھی۔ سعد سے دبنے والے نہیں تھے لیکن اس موقع پر انہوں نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا اور بڑے سکون اور نرمی سے کہا۔ ''بھائی ذرا بیٹھ کر سنو تو سہی یہ صاحب کیا کہتے ہیں، ان کی باتیں تم کو پسند آئیں تو خیر ورنہ تمہیں اختیار ہے۔''

سعد ان کے کہنے پر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اُن کے سامنے بھی اسلام کے محاسن پیش کیے اور پھر قرآن کریم سنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسید کی طرح ان کو بھی سوجھ بوجھ عطا فرمائی تھی۔ ان کا دل قرآن پاک کی تلاوت سن کر نور ایمان سے منور ہو اُٹھا اور اُسی وقت انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

واپس اپنے قبیلے میں پہنچے تو سارے بنوعبدالاشہل کو اکٹھا کر کے کہنے لگے۔ ''تمہارے نزدیک میں کیسا ہوں؟''

سب نے بیک آواز کہا۔ ''آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سب سے زیادہ عقلمند اور معاملہ فہم ہیں۔''

سعد نے دوٹوک کہا۔ ''تو پھر سن لو کہ میں نے دین حق قبول کرلیا ہے اور جب تک تم بھی اسلام قبول نہیں کر لیتے اور رسول کریم ﷺ پر ایمان نہیں لے آتے اُس وقت تک مجھے تم سے بات چیت کرنا حرام ہے۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اُپنے خاندان میں بے پناہ اثر و رسوخ تھا اُن کا اعلان سن کر بنوعبدالاشہل کے بیشتر افراد اسی وقت نعمت اسلام سے بہرہ ور ہو گئے اور جو باقی رہ گئے وہ شام تک مسلمان ہو گئے اور مدینہ کے بام و در تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے۔

بانی بغداد

خلیفہ کا دربار لگا ہوا تھا۔ حکومت کے تمام اہم عہدے دار حاضر تھے۔ خلیفہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا وہ اپنے موجودہ دارالحکومت کے محل وقوع سے مطمئن نہیں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ مقام دارالحکومت کے لیے موزوں نہیں ہے کیونکہ یہ مقام کوفہ سے قریب تھا جو اس زمانے میں اہل تشیع کا مرکز تھا اور دوسرے وہاں اُن عرب قبائل کی فوجی چھاؤنی تھی جو ہمیشہ فتنہ فساد اور شورشوں پر آمادہ رہتے تھے۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کوفہ اور اس کے قرب وجوار کے شہر صحرائے عرب کی سرحد پر واقع تھے۔ صحرائی لٹیرے دریائے فرات کے مغربی ساحلی علاقوں میں لوٹ مار اور قتل وغارت کرتے رہتے تھے۔ اس مقام پر خلیفہ کو اپنی جان بھی خطرے میں نظر آتی تھی۔

خلیفہ نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ ''سلطنت کے لیے نیا دارالحکومت ناگزیر ہوگیا ہے' نئے شہر کے لیے جلد از جلد کسی مناسب مقام کا انتخاب کرلیا جائے۔''

ایک عہدے دار نے عرض کیا۔ ''خلیفہ اگر مناسب مقام کی

وضاحت فرما دیں تو بہتر ہو گا۔ نئے شہر کے لئے حضور کے ذہن میں اُس جگہ کا کیسا نقشہ ہے۔''

خلیفہ نے کہا۔ ''وہ مقام بلندی پر ہو' دریا اُس کے اِرد گرِد بہتا ہو اور دریا عبور کیے بغیر کوئی شہر میں داخل نہ ہو سکے۔ زمین زرخیز ہو' آب و ہوا معتدل اور خوشگوار ہو تا کہ امراض پھیلنے کا اندیشہ نہ ہو' زرعی زمینیں قریب ہوں اور دجلہ کا پانی اور فرات کی نہریں انہیں سیراب کرتی ہوں۔''

خلیفہ کے حکم پر بڑی تندرہی سے ایسے مقام کی تلاش شروع کر دی گئی۔ آخر خلیفہ کے اہل کاروں نے موصل کے قریب ایک مقام کا انتخاب کیا جو پارما کے قریب تھا۔ خلیفہ کو اطلاع ملی تو وہ اپنے امرا کے ساتھ اس مقام کو دیکھنے کے لیے پہنچ گیا اور وہاں ایک رات بھی بسر کی۔

صبح ہوئی تو خلیفہ نے اپنے امرا سے پوچھا۔ ''آپ حضرات کی اس مقام کے بارے میں کیا رائے ہے۔ کیا یہ جگہ نئے شہر کے لیے مناسب ہے۔''

تمام امرا نے اس مقام اور یہاں کی آب و ہوا کی بہت تعریف کی اور اس جگہ کو پسند کیا۔

خلیفہ نے پرسوچ انداز میں کہا۔ ''ٹھیک ہے کہ یہاں کی آب و ہوا بہت خوشگوار ہے لیکن یہاں رعایا کے لیے کوئی آسانی نہیں ہے۔ میری نظر میں ایک اور مقام زیادہ موزوں ہے' یہاں آتے وقت راستے میں ایک مقام پڑا تھا جہاں سے بحری اور بری قافلے گزر رہے تھے۔ وہ مقام دارالحکومت کے لیے بے حد موزوں ہے بشرطیکہ وہاں کی آب و ہوا بھی خوشگوار ہو۔''

اس فیصلے کے بعد خلیفہ اپنے امرا کے ساتھ اس جگہ واپس آیا اور ایک دن اور رات وہاں قیام کیا۔ یہ گرمیوں کا موسم تھا۔ خلیفہ کو یہاں کی

آب و ہوا بہت پسند آئی۔ محل وقوع کے لحاظ سے بھی یہ جگہ خلیفہ کے معیار پر پوری اترتی تھی۔ خلیفہ کے حکم پر وہاں کے چند مقامی باشندوں کو خلیفہ کے روبرو حاضر کیا گیا۔ خلیفہ نے خود ان سے اس مقام کے بارے میں سوالات کیے۔ مثلاً سردی، گرمی اور برسات میں اس علاقے کی کیفیت کیسی ہوتی ہے۔ اس کے بعد خلیفہ ہوکر اپنے آدمی آس پاس کے علاقوں میں بھیجے تاکہ وہ وہاں سروے کر کے اپنی مکمل رپورٹ خلیفہ کو پیش کریں۔ خلیفہ کے اہلکار اس علاقے میں چاروں طرف پھیل گئے اور سروے کرنے لگے۔ وہاں ان کی ملاقات ایک راہب سے ہو گئی۔

راہب نے خلیفہ کے اہل کاروں سے پوچھا۔ ''تم لوگ اس بستی میں کس غرض سے آئے ہو؟''

ایک اہل کار نے کہا۔ ''یہاں نیا شہر تعمیر ہوگا، ہم اس کے لیے جائزہ لے رہے ہیں۔''

راہب نے پوچھا۔ ''کون شخص یہاں شہر تعمیر کر رہا ہے۔''

اہل کار نے کہا۔ ''خلیفہ وقت کے حکم سے یہاں نیا شہر تعمیر ہوگا۔''

راہب نے پھر پوچھا۔ ''تمہارے خلیفہ کا نام کیا ہے؟''

اسی اہل کار نے جواب دیا۔ ''عبداللہ اور پھر خلیفہ کا لقب اور کنیت بھی بتائی۔''

راہب نے کہا۔ ''اپنے خلیفہ سے جا کر کہو، وہ یہاں شہر تعمیر کرنے کی بیکار زحمت نہ کرے۔ ہماری قدیم کتابوں میں لکھا ہے کہ اس جگہ ایک شخص شہر تعمیر کرے گا۔ وہ بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال کا مالک انسان ہوگا۔ اس شخص کا نام مقلاص ہوگا اور اس کے علاوہ اس جگہ کو کوئی دوسرا

شخص شہر تعمیر نہ کرے گا۔''

خلیفہ کے کارندے پریشان ہو کر واپس دربار میں پہنچے اور سارا قصہ خلیفہ کو کہہ سنایا۔ خلیفہ یہ بات سن کر خوشی سے اچھل پڑا اور بولا۔

''بخدا' کسی زمانے میں میرا نام مقلاص تھا' ایک زمانے تک میرا یہی نام رہا تھا۔'' خلیفہ نے بھرے دربار میں انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

ایک مقرب نے دست بستہ عرض کیا۔ ''ہماری کم نصیبی ہے کہ ہم اس بات سے لاعلم ہیں' یہ نام کس نے رکھا تھا۔''

خلیفہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ نام میرے کسی بزرگ نے نہیں بلکہ میری اماں نے رکھا تھا۔ مقلاص دراصل ایک مشہور ڈاکو کا نام تھا۔ ایک دن میرے ہم مکتب میرے پاس آئے اور بڑے اور برے اصرار کے ساتھ دعوت کا مطالبہ کیا۔ میرے پاس اس وقت دعوت کے لیے کچھ نہ تھا۔ میری انا کے پاس ایک بکری تھی۔ میں نے وہ بکری بیچ دی اور اس سے ملنے والی رقم سے اپنے دوستوں کی دعوت کر دی۔ میری انا کو جب معلوم ہوا تو اس نے میرا نام مقلاص رکھ دیا۔ ایک زمانے تک میرا یہی لقب رہا تھا۔ راہب کی بات سے مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ یہ شہر میں ہی تعمیر کروں گا۔''

اس کے بعد خلیفہ نے اس شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ سنگ بنیاد رکھتے وقت خلیفہ نے یہ الفاظ کہے۔ ''الحمد اللہ' زمین اللہ کی ہے' اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور عاقبت پرہیزگاروں کے لیے ہے۔''

اس کے بعد معماروں کو حکم دیا۔

''اب تعمیر کا کام شروع کرو' اللہ برکت دے گا۔''

☆☆

ادھار لینا اچھی عادت نہیں ہے

شہر واسط کے چند درویشوں پر ایک بنیے کا قرض تھا۔ وہ بنیا ہر روز ان سے اپنی رقم کا مطالبہ کرتا اور ان کو برا بھلا کہتا تھا درویش اس کی سخت باتیں سن کر بہت رنجیدہ ہوتے تھے۔ مگر خاموشی سے برداشت کرنے کے سوا ان کے پاس کوئی اور علاج نہ تھا ایک نیک آدمی نے یہ باتیں سنیں تو کہا کہ اپنے آپ سے کھانے کا وعدہ کر لینا زیادہ آسان ہے بجائے اس کے کہ بنیے سے قرض لے کر اس کی ادائیگی کا وعدہ کیا جائے!

اگر دربانوں کے ظلم وزیادتی کا اندیشہ ہو تو کسی دولت مند کا احسان نہ لینا بہت اچھا ہے۔

گوشت کھانے کی تمنا میں مر جانا اچھا ہے مگر قرض لے کر قصائی کی سخت باتیں سننا اچھا نہیں!

☆☆

بچوں کا ادب
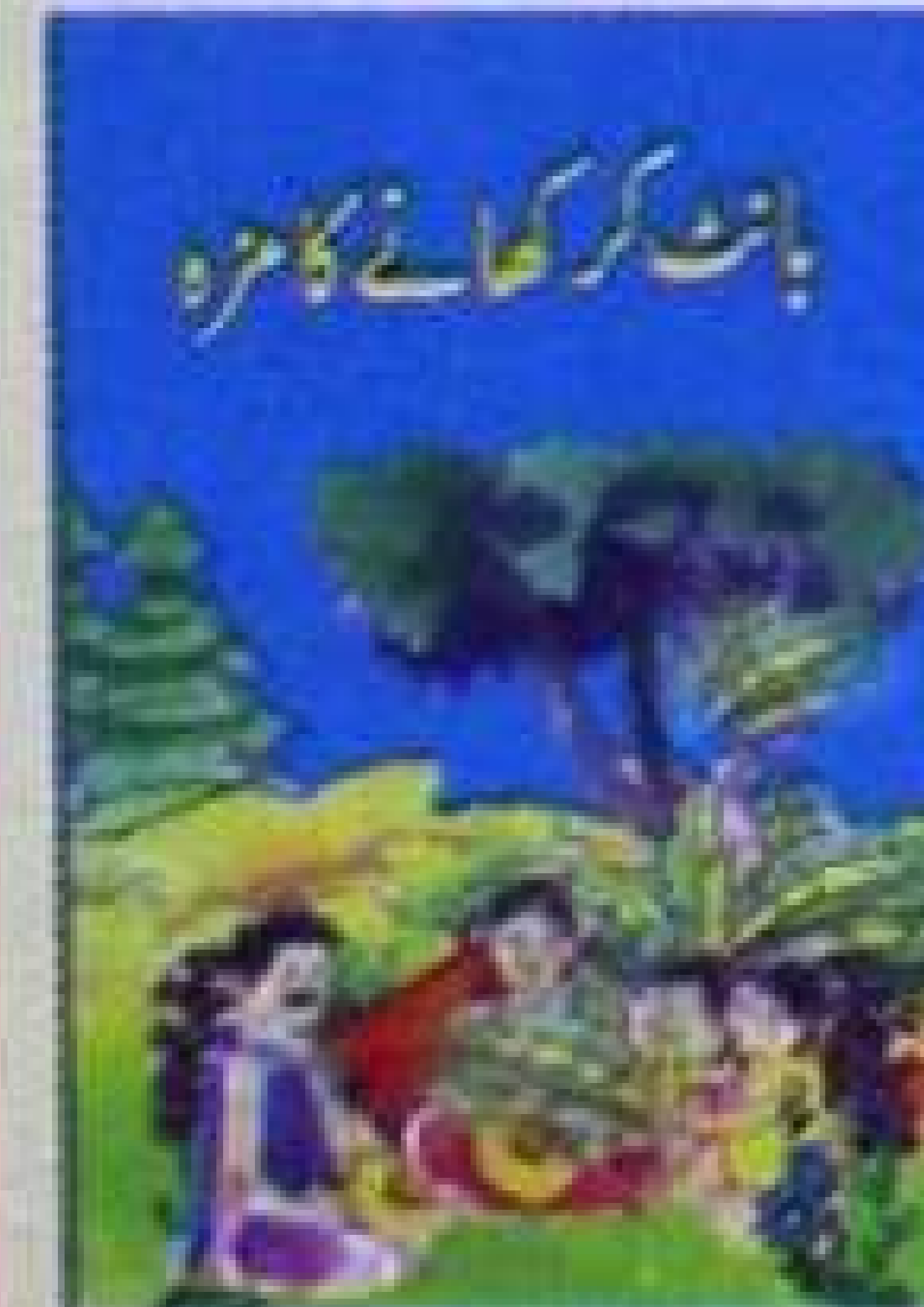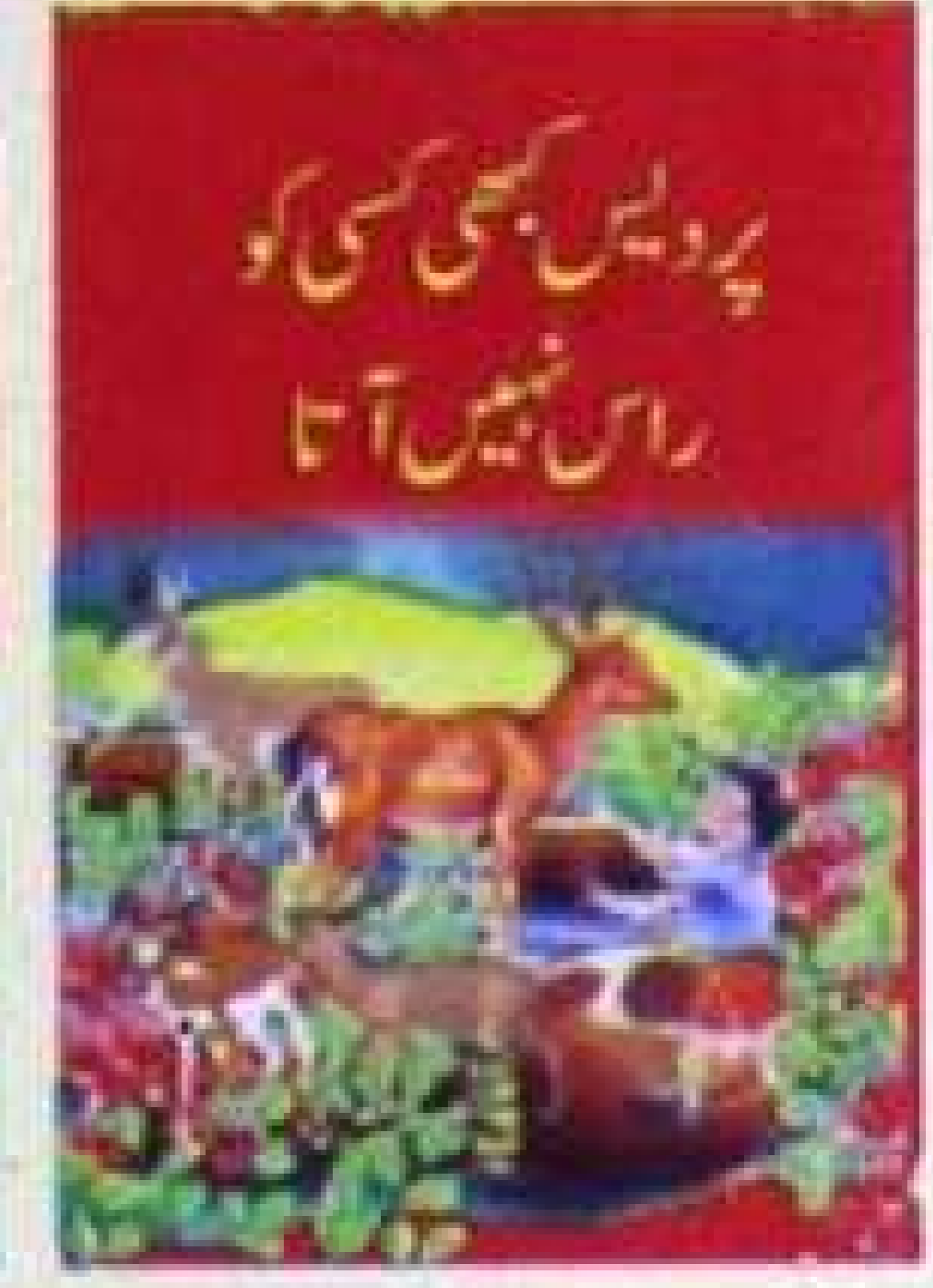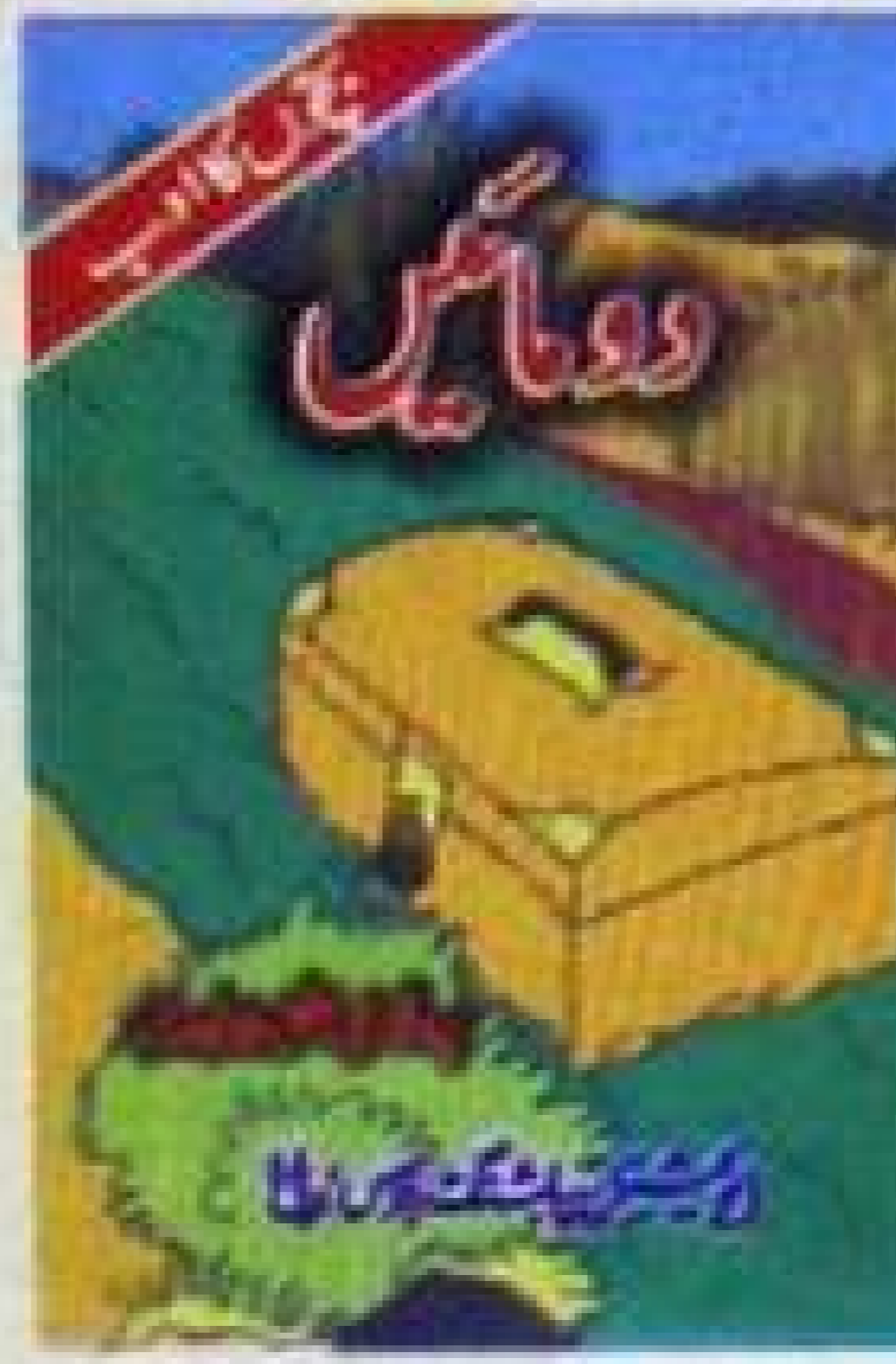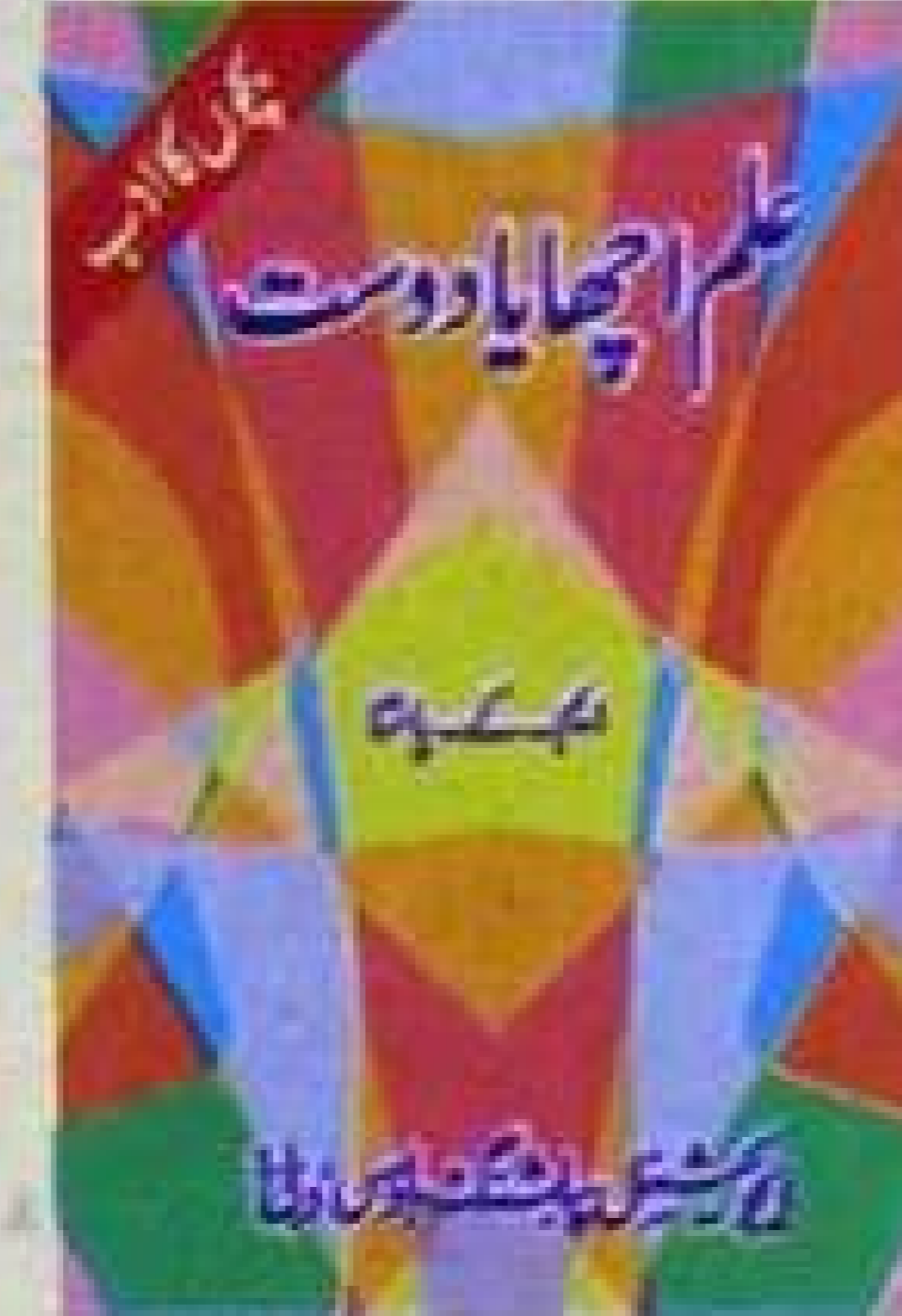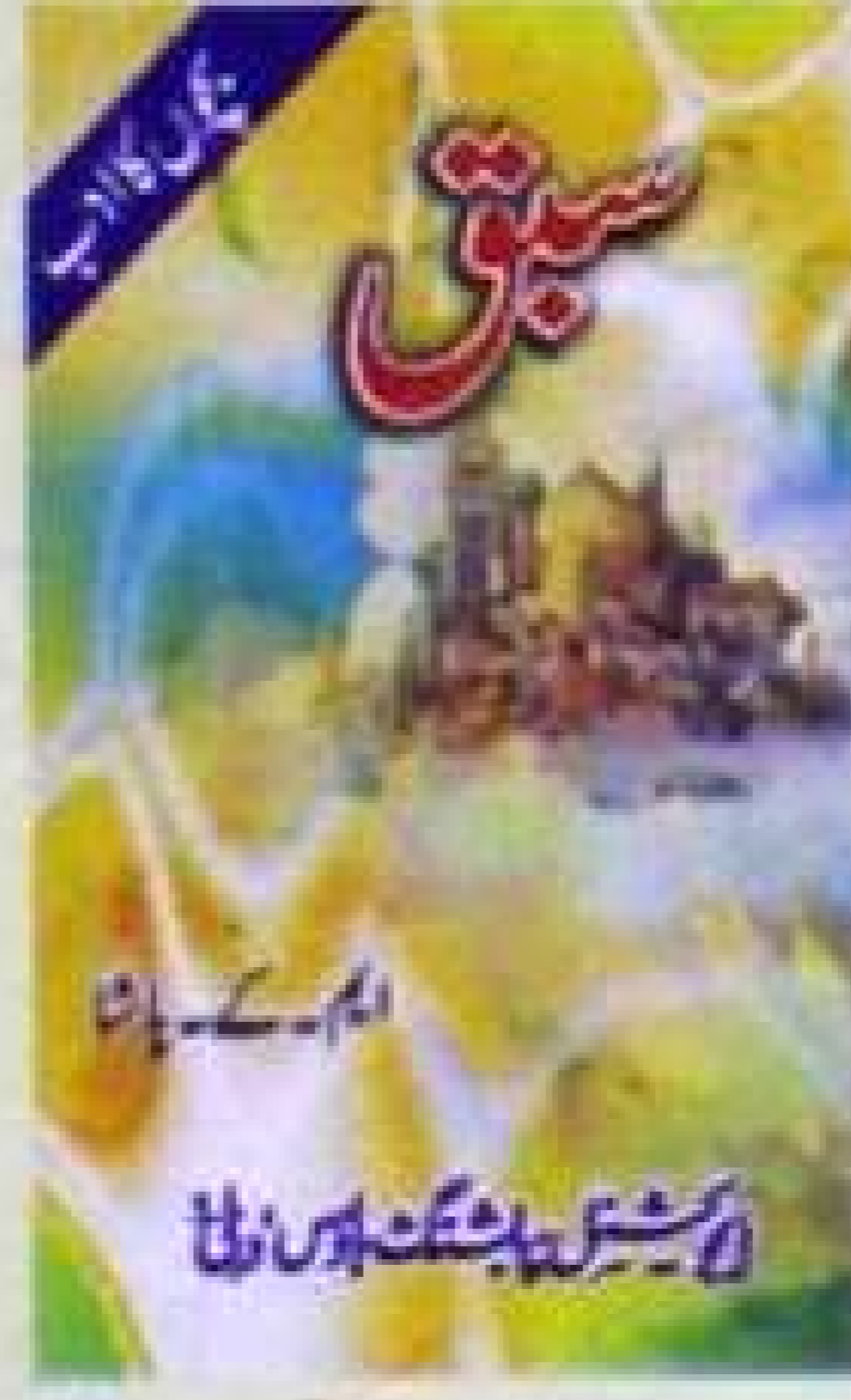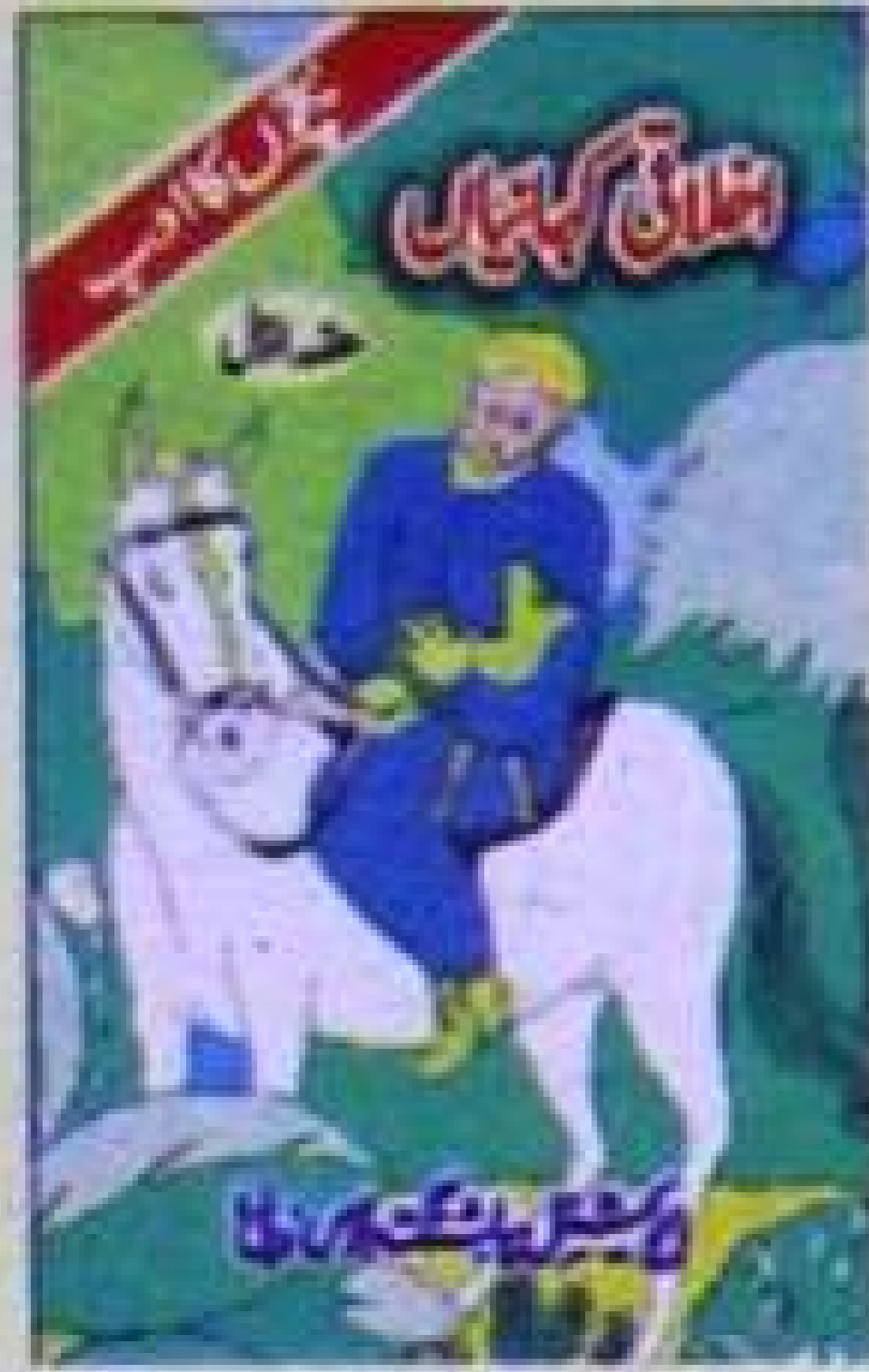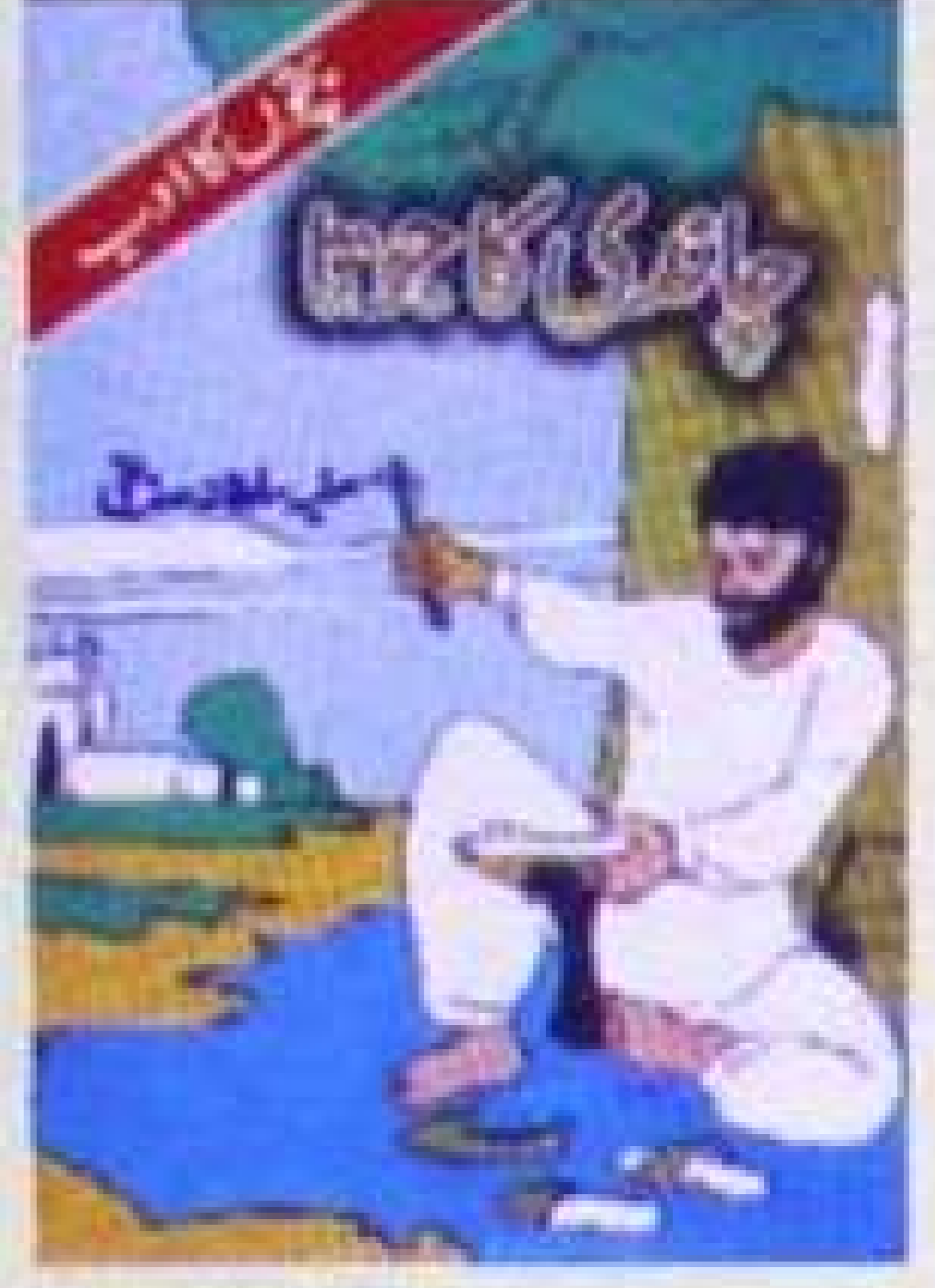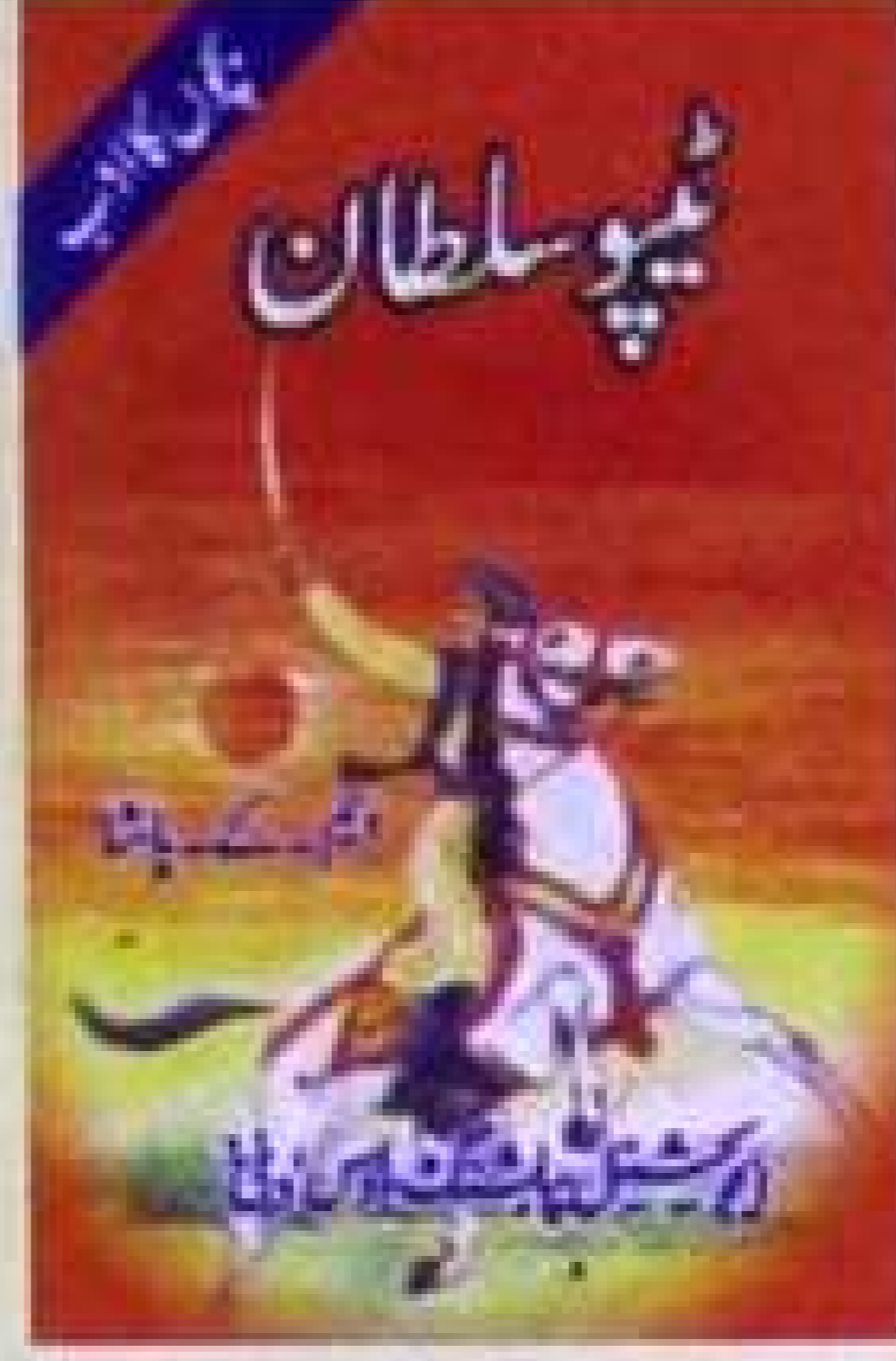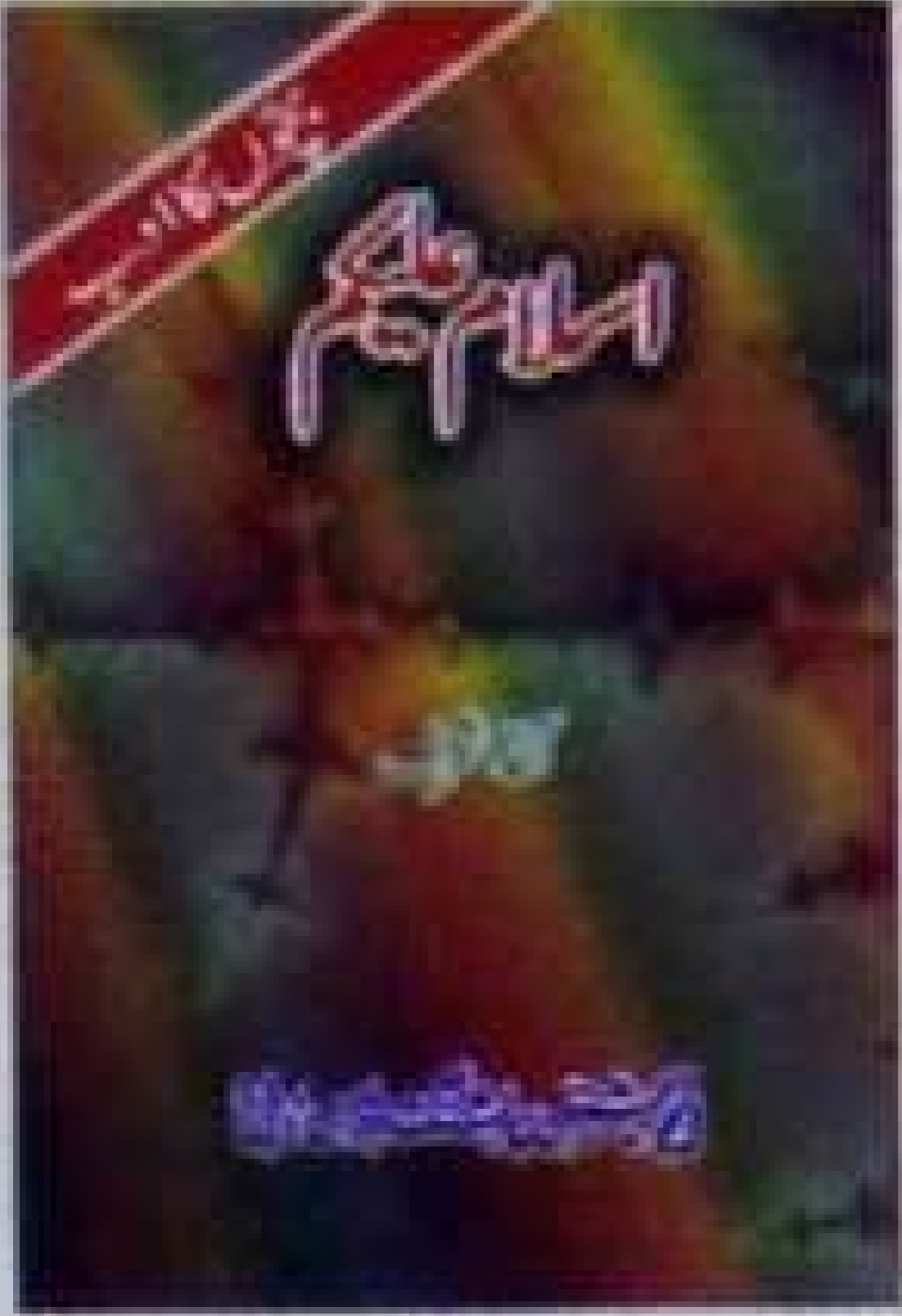
EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

3108, VAKIL STREET, KUCHA PANDIT, LAL KUAN, DELHI-6 (INDIA)
PH: 23216162, 23214465 FAX: 011-23211540
E-MAIL: ephdelhi@yahoo.com